۹۶۳۹
۳۵/۷/۲۸

باسمہ الکریم

کیافرماتے ہیں مفتیانِ عظام اور علماءِ کرام مسئلہ ذیل میں:

(۱) اگر محمد زید نصاب کامالک ہے لیکن بیرون ملک (دعوت و تبلیغی) کے سفر پر قادر نہیں ہے، اب محمد زید بغرض دعوت و تبلیغ بیرون ملک جماعت میں جاناچاہتاہے تواس کی اعانت میں زکوۃ کے پیسے کو دیناجائز ہے؟اس کے لیے کسی کو ترغیب دیناکہ وہ زکوۃ کی رقم محمد زید کو دے جائز ہے؟اس قسم کی رقم کو جمع کرکے صاحبِ نصاب جماعت میں جانے والوں کو دیناجائز ہے یانہیں؟

(۲) اگر نہیں تواس قسم کی زکوۃ کو جمع کرکے دینے والے پر ضمان لازم ہوگا؟

(۳) اگر محمد زید کوزکوۃ دی توکیازکوۃ کی ادائیگی ہوئی یانہیں؟اور اگر زکوۃ کی ادائیگی ہوگئی توقرآن وحدیث کے اعتبار سے اس زکوۃ کی ادائگی کو کس زمرے میں شامل کیاجائیگا؟

(۴) کیادعوت و تبلیغ کے سفر میں جانے والا (مصرفِ زکوۃ فی سبیل اللہ) کے تحت منقطع الغزاۃ کے حکم میں آئیگا۔؟

(۵) کسی اور جگہ کاتوحال معلوم نہیں لیکن ہمارے علاقے کوہاٹ کے مرکز میں یہ ترتیب کچھ وقت سے رائج ہے اور افسوس کہ اس کی ترویج میں اہلِ علم بھی شامل ہے حالاں کہ اکابرینِ دعوت و تبلیغ کی طرف سے اس قسم کے امور کی سخت ممانعت ہے؟

(۶) اسی طرح کی ایک اور صورت بھی رائج ہے کہ مرکز میں ایک شخص کے نام پر چاہے وہ مستحق زکوۃ ہو یانہ ہو، زکوۃ کی رقم جمع ہوتی ہے، اور بسااوقات وہ نصاب کے بقدر یااس سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے، لیکن رقم اس شخص کواداء نہیں کی جاتی پھر یک مشت ایک لاکھ یاسوالاکھ روپے کی رقم سفر کے وقت اداء کی جاتی ہے توکیایہ شکل جائز ہے؟اگر نصاب سے زیادہ رقم جمع ہوجائے اسکے بعد زکوۃ کی رقم دیناجائز ہوگا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصليا

(الف)۔۔۔واضح رہے کہ زکوٰۃ فقراء ومساکین لوگوں کو عملاً مالک بناکر دیناضروری ہے جن کا ذکر قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہوا ہے۔

({ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (٦٠) } [التوبة : ٦٠ ، ٦١]

(ب)۔۔۔فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ مال تو ہو لیکن وہ صاحب نصاب نہ ہو، اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہو، یعنی اس کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر نقد رقم، یا حاجاتِ اصلیہ سے زائد سامان موجود ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسے شخص کو زکوٰۃ دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

(ج)۔۔۔بیرون ملک تبلیغ کیلئے جانا فرض وواجب نہیں، جبکہ گزارہ کے بقدر مال ہوتے ہوئے کسی سے مال کا سوال کرنا حرام ہے۔لہٰذا تبلیغ میں جانے کی خاطر حرام کا ارتکاب کرنا اور دوسروں کا اس میں تعاون کرنا ناجائز ہے۔ نیز زکوٰۃ کا مقصدِ شرعی نادار اور غریب مسلمانوں کے ساتھ تعاون ہے تاکہ وہ بھی زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کر سکیں کسی حیلہ بہانہ سے زکوٰۃ کو چند مخصوص لوگوں میں استعمال کرنا اور ایسے حیلے اختیار کرنا کہ غیر مستحق افراد پر زکوٰۃ کی رقم صرف کی جائے نہ صِرف یہ کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز ہے بلکہ زکوٰۃ کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔

اب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ:

(۱،۲،۳)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں جو شخص صاحبِ نصاب ہو وہ اگر تبلیغ میں جانا چاہے تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔جو شخص مالک کو ترغیب دے کر زکوٰۃ کی رقم جمع کرکے ایسے صاحب نصاب شخص کو دیتا ہے تو وہ شخص مالک کیلئے اتنی رقم کا ضامن ہے، جتنی اس نے غیر مستحق شخص کو دی ہے، اور مالک پر اتنی رقم کی دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

الفتاوى الهندية - (١ / ١٨٣)

رجلان دفع كل منهما زكاة ماله إلى رجل ليؤدي عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوكيل مال الدافعين، وكانت الصدقة عنه كذا في فتاوى قاضي خان.

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (٢ / ٢٢٧)

وفي الفتاوى رجلان دفع كل واحد منهما زكاة ماله إلى رجل ليؤدي عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوكيل وكذا لو كان في يد رجل أوقاف مختلفة فخلط إنزال الأوقاف وكذلك البياع والسمسار والطحان إلا في موضع يكون الطحان مأذونا بالخلط عرفا انتهى وبه يعلم حكم من يجمع للفقراء، ومحله ما إذا لم يوكلوه فإن كان وكيلا من جانب الفقراء أيضا فلا ضمان عليه فإذا ضمن في صورة الخلط لا تسقط الزكاة عن أربابها فإذا أدى صار مؤديا مال نفسه كذا في التجنيس

فتاوى قاضيخان - (١ / ١٢٨)

رجلان دفع كل واحد منهما زكاة ماله إلى رجل منهما زكاة ماله إلى رجل ليؤدي عند فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوكيل مال الدافعين وكانت الصدقة عنه وكذا لو كان في يد رجل أوقاف مختلفة فخلط أموال الأوقاف وغلات الوقف كان ضامناً وكذا البياع والسمسار إذا خلط أموال الناس والطحان إذا خلط حنطة الناس إلا في موضع يكون الطحان مأذوناً بالخلط عرفاً

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (٢ / ٣٥٣)

[تنبيه] في القهستاني عن الزاهدي: ولا يسترد منه لو ظهر أنه عبد أو حربي وفي الهاشمي روايتان ولا يسترد في الولد والغني وهل يطيب له؟ فيه خلاف، وإذا لم يطب قيل يتصدق وقيل يرد على المعطي. اهـ.

(۴)۔۔۔ نہیں! اسلئے کہ "فی سبیل اللہ" کا مصداق جمہور علماء کے نزدیک "منقطع الغزاۃ" ہی ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ سے حجاج کو بھی اس میں شامل کرنے کا قول ملتا ہے، (مآخذہٗ التبویب: ۴۹۵/۴۰) تبلیغ کے سفر پہ جانے والے کو "فی سبیل اللہ" کے تحت شمار نہیں کیا گیا ہے، اسلئے ایسے شخص کو صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، تاہم اگر وہ کہیں سفر پر ہوں گھر سے دور ہوں، تو ابن السبیل میں داخل ہیں اس لئے ایسی صورت میں بوقتِ ضرورت مالِ زکوٰۃ سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے۔

الفتاوى الهندية - (١ / ١٨٨)

(ومنها في سبيل الله) ، وهم منقطعو الغزاة الفقراء منهم عند أبي يوسف - رحمه الله تعالى - وعند محمد - رحمه الله تعالى - منقطعو الحاج الفقراء منهم هكذا في التبيين. والصحيح قول أبي يوسف - رحمه الله تعالى - كذا في المضمرات.

الدر المختار - (٢ / ٣٤٣)

(وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة) وقيل الحاج وقيل طلبة العلم، وفسره في البدائع بجميع القرب

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (٢ / ٣٤٣)

(قوله: وهو منقطع الغزاة) أي الذين عجزوا عن اللحوق بجيش الإسلام لفقرهم بهلاك النفقة أو الدابة أو غيرهما فتحل لهم الصدقة وإن كانوا كاسبين إذا الكسب يقعدهم عن الجهاد قهستاني (قوله: وقيل الحاج) أي منقطع الحاج. قال في المغرب: الحاج بمعنى الحجاج كالسامر بمعنى السمار في قوله تعالى {سامرا تهجرون} [المؤمنون: ٦٧] وهذا قول محمد والأول قول أبي يوسف اختاره المصنف تبعا للكنز. قال في النهر: وفي غاية البيان أنه الأظهر وفي الإسبيجابي أنه الصحيح

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية - (٢ / ٤٥)

وأما قوله تعالى: {وفي سبيل الله} [التوبة: ٦٠] عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجا وقال ابو يوسف المراد منه فقراء الغزاة؛ لأن سبيل الله إذا أطلق في عرف الشرع يراد به ذلك، وقال محمد: المراد منه الحاج المنقطع لما روي «أن رجلا جعل بعيرا له في سبيل الله فأمره النبي - صلى الله عليه وسلم - أن يحمل عليه الحاج»

الدر المختار - (٢ / ٣٤٣)

(وابن السبيل وهو) كل (من له ماله لا معه)

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (٢ / ٣٤٣)

(قوله: وابن السبيل) هو المسافر سمي به للزومه الطريق زيلعي (قوله: من له مال لا معه) أي سواء كان هو في غير وطنه أو في وطنه وله ديون لا يقدر على أخذها كما في النهر عن النقاية لكن الزيلعي جعل الثاني ملحقا به حيث قال: وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده؛ لأن الحاجة هي المعتبرة وقد وجدت؛ لأنه فقير يدا وإن كان غنيا ظاهرا. اهـ.

وتبعه في الدرر والفتح وهو ظاهر كلام الشارح وقال في الفتح أيضا: ولا يحل له أي لابن السبيل أن يأخذ أكثر من حاجته

(۵)ذمہ دار حضرات کو چاہیے کہ وہ اس کام سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کریں، تاکہ زکوٰۃ صحیح مصرف میں صرف ہو سکے، جو لوگ اموالِ زکوٰۃ کو غیر مصارف میں خرچ کر رہے ہیں وہ سخت گنہگار ہو رہے ہیں۔

الفتاوى الهندية -١ / ١٨٩)

لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضا للتجارة أو لغير التجارة فاضلا عن حاجته في جميع السنة هكذا في الزاهدي

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (٢ / ٢٦٠)

قلت: وقد رأيته أيضا في جامع الفتاوى معزيا إلى المبسوط ونصه: وفي المبسوط لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا

(۲)۔۔۔صورتِ مسئولہ میں دو خرابیاں ہیں۔(۱) اموالِ زکوٰۃ غیر مستحق کو دینا،(۲) اگر کسی مستحق کو دی جاتی ہے تو ایک شخص کو نصاب سے زیادہ کا مالک بنانا، یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع ہیں ان کاموں سے اجتناب لازم ہے، تاہم اگر کسی مستحق کو ایسی ضرورت ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی فقیر کو نصاب سے کم رقم مالک بنا کر دیدی جائے، پھر اس کو مذکورہ شخص پر خرچ کرنے کی ترغیب دی جائے اس صورت میں مالکین کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی، اور فقیر کو صدقہ کا ثواب بھی حاصل ہو جائیگا۔

نوٹ: واضح رہے کہ غیر مستحق کو حیلہ کر کے زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ہی ادا نہ ہو نگی البتہ صاحبِ نصاب شخص جو نصاب کے برابر کا مالک ہو اگر مقروض بھی ہو کہ قرض کی ادائیگی کے بعد وہ صاحب نصاب نہ رہتا ہو تو اسے نصاب سے زائد قرض کی بناء پر اگر زکوٰۃ دے دی جائے ایسے مقروض کے لئے زکوٰۃ لینے کی گنجائش ہے اور ایسے مقروض غیر صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے۔

الفتاوى الهندية – (١ / ١٨٩)

لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضا للتجارة أو لغير التجارة فاضلا عن حاجته في جميع السنة هكذا في الزاهدي

الدر المختار – (٢ / ٣٥٣)

وكره إعطاء فقير نصابا) أو أكثر (إلا إذا كان) المدفوع إليه (مديونا أو) كان (صاحب عيال) بحيث (لو فرقه عليهم لا يخص كلا) أو لا يفضل بعد دينه (نصاب) فلا يكره

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (٢ / ٣٥٣)

قوله: وكره إعطاء فقير نصابا أو أكثر) وعن أبي يوسف لا بأس بإعطاء قدر النصاب وكره الأكثر؛ لأن جزءا من النصاب مستحق لحاجته للحال والباقي دونه معراج.............................. واللہ اعلم بالصواب

فردوس

فردوس بن نعیم

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۴۳۵/۸/۲۳ھ

۲۰۱۴/۶/۲۲ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

۱۴۳۵/۸/۲۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمود الحسن عفی عنہ

۲۳-۸-۱۴۳۵ھ